فکرِ اقبال کی روشنی میں تصوّرِ انسانیت

ڈاکٹر سبینہ اویس
Dr. Sabina Owais

Abstract:

"Iqbal" will undoubtedly be remembered as the greatest poet, thinker and philosopher of every era. His poetry gives utmost importance to human values and norms. His ideology and thinking revolve around human affection and respect. Iqbal was a great advocate and preacher of human endearment and prestige irrespectiv of their color creed and religion. In his point of view honor and intergrity are keys to humen survival iqbal's ideology reflects the idea of humen glory in his literary work. Iqbal endeavored to impress all humen beings by portraying true picture of a muslim's charecter so that humen conscience may be established on high moral grounds. This artical will evaluate the concept of humanity and mankind in the light of iqbal's philosophy.

اقبال جدید دور کے ایک بڑے شاعر اور بلند پایہ مفکر تھے ان کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا۔ مختلف زاویوں سے ان کے فکروفن پر روشنی ڈالی گئی لیکن ان کے فکروفن کی تہہ تک بہت کم لوگ پہنچ سکے ہیں۔ درحقیقت اقبال کے فکروفن میں اتنی گہرائی، وسعت اور اس درجہ ہمہ گیری ہے کہ اس کو سمجھنے کے لیے فلسفی کے دماغ اور شاعر کے دل کے ساتھ ساتھ ایک انسانی شعور کی بھی ضرورت ہے۔ انسان، انسان دوستی اور انسانیت کے صحیح شعور کے بغیر ان کو سمجھنا ناممکن ہے۔ انسانیت کی سربلندی کا پرچار فکرِ اقبال کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ اقبال کی شاعری میں خودی کا تصور اور تسخیرِ فطرت کے خیالات بھی دکھائی دیتے ہیں۔ کلامِ اقبال میں مردِ مومن اور انسانِ کامل کی جو تصویریں نظر آتی ہیں۔ ان سب کی تہہ میں دراصل انسان دوستی اور انسانیت پرستی کے رجحانات کارفرما نظر آتے ہیں۔ اقبال انسان سے محبت کرتے ہیں اس کی عظمت کے قائل ہیں انھیں اس کے درست منصب کا احساس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال اپنے افکار کے ذریعے زندگی اور اس کے احساس وشعور سے انسان کو آشنا کرتے ہیں۔

٭ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

''علامہ اقبال کی ساری شاعری انھیں معاملات و مسائل کی وہ تدبیر و تفسیر ہے جو نہ صرف احساسِ شعور میں ایک اِرتعاش سا پیدا کرتی ہے بلکہ پوری زندگی پر ایک سرخوشی بن کر چھا جاتی ہے۔''(۱)

اقبال کی بصیرت ان کی فکر اپنے اندر کافی وسعتیں رکھتی ہیں۔انسان اور کائنات کے رشتہ کے حوالے سے وہ ذات سے گزر کر قوم تک پہنچتے ہیں، قوم سے گزر کر ملت تک پہنچتے ہیں اور پھر ملت سے گزر کر تمام نوعِ انسانی تک پہنچتے ہیں۔ایک جگہ کہتے ہیں:

''خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے میں اس کا بندہ بنوں گا جسے خدا کے بندوں سے پیار ہوگا۔''(۲)

کلامِ اقبال انسانی زندگی کے لیے ایک لائحۂ عمل ہے۔وہ زندگی کے مسائل کو حل کرنے کا ایک ذریعہ ہے اقبال کا کلام ایک پیغا ہے اس زخمی انسانیت کے لیے جو زخموں سے چور چور ہے جو سر سے پاؤں تک لہولہان ہے جو صدیوں سے جبر و استبداد کے پیروں تلے پڑی تلملا رہی ہے۔اقبال کی نظریں جب انسانیت کو گھائل دیکھتی ہیں۔جب قومی، نسلی اور ملکی تفریق نے انھیں زخموں سے چُور چُور کر دیا اقبال کی تعلیم ان زخموں پر مرہم رکھنے کا کام ہے ان کا پیام ان زخموں کو بھرنے کا پیام ہے۔کہتے ہیں:

''ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انسان
کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا
بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی
یہ ہندی وہ خراسانی، یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندہ ساحل اُچھل کر بیکراں ہو جا(۳)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ سلیمانی
اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی(۴)

یہ اخوت کا بیاں ہونا، محبت کی زباں ہونا اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہے۔اقبال انسانی زندگی میں اخوت اور محبت کے چراغوں کو روشن رکھنا چاہتے تھے۔اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اقبال کا اتحاد و اتفاق، اخوت و محبت کا پیام صرف مسلمانوں کے لیے ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کا اتحاد ان کے پیشِ نظر رہا لیکن اقبال نے اپنے آپ کو صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہیں کیا بل کہ ان کے

دل میں ہر پیش پا افتادہ قوم اور پائمال فرد کا درد ہے۔ وہ ان افراد اور اقوام کو بلند کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کے خیال میں وہ بلندی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب وہ اِسلام کے بنیادی اصولوں پر عمل کریں کیونکہ ان کے خیال میں اسلامی اصول ہی انسانیت کے اصول سے ہم آہنگ ہیں۔ اسلام کی ہر بات میں وہ انسانیت کی بہتری دیکھتے ہیں۔ ان کی پیش کی ہوئی تمام اقدار میں بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود نظر آتی ہے۔ اقبال کی شاعری میں ایک عمل کا پیام ہے اور اس عمل کے پیام کی بنیاد ایک انسانی نقطۂ نظر ہے۔ اقبال نے بڑی خوبی سے اس کی وضاحت کی ہے۔

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ عربی
گھر میرا دِلّی نہ صفاع نہ سمرقند(۵)

ان اشعار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال اپنے آپ کو محدود نہیں کرنا چاہتے ان کے پیشِ نظر تو ساری دُنیا ہے، ساری انسانیت ہے، ساری کائنات ہے۔ اقبال تو بنیادی انسانی معاملات پر نظر رکھتے ہیں۔ ان کے پیشِ نظر تو صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے اور وہ مقصد ہے ''انسانیت کی سربلندی''، اس کے مسائل کو حل کرنے کی آرزو، نظامِ اقدار میں ہمواری کی تمنّا اور حالات کو ہر اعتبار سے بہتر بنانے کی خواہش کی اِسی طرح انسان صحیح معنوں میں انسان بن سکتا ہے۔ اقبال انسانی زندگی میں فرد کی اہمیت کے قائل ہیں۔ انسان ہونے کی حیثیت سے انھیں اس کی بلندی کا احساس ہے احساس کے اس جذبے کو وہ فرد کے دل میں روشن کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے فلسفے میں جس چیز کو انھوں نے خودی سے تعبیر کیا ہے وہ یہی انسان کی بلندی کا احساس اور عظمت کا خیال ہے لیکن یہ خودی صرف فرد تک محدود نہیں رہتی کیوں کہ فرد انسانی زندگی کے اجتماعی نظام کا ایک جزو ہوتا ہے اس لیے آگے چل کر یہ خودی اجتماعی خودی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ فرد کو اجتماعی زندگی سے علیحدہ کر لیا جائے تو بہ ذاتِ خود اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ ڈاکٹر سعادت سعید اقبال ایک ثقافتی تناظر میں لکھتے ہیں:

> ''مردِ مومن کی خودی اسے دُنیا میں عزت و توقیر سے جینے کا عزم عطا کرتی ہے وہ ''انسانیت کی تکمیل و ترقی''، میں مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔ اسے انسانی بقاء سے گہری دل چسپی ہوتی ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کے اِردگرد موجود معاشرتی زندگی اعلیٰ انسانی اقدار سے مزین ہو۔''(۶)

اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں:

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں(۷)

خودی کا عمل ساری انسانی زندگی میں جاری ہے اسی سے زندگی میں حرکت ہے، ایک سوز ہے، اقبال کے کلام میں محبت اور عشق کا مفہوم ان کے کلام میں محدود نہیں وہ تمام انسانی خصوصیات پر حاوی ہے

اقبال انسان اور انسانیت کی تکمیل کے لیے محبت اور تصوّرِ عشق کو ضروری سمجھتے ہیں۔ بعض افراد اقبال کو اسلامی طرزِ فکر اور اسلامی نظامِ حیات کی طرف جھکتے ہوئے دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اقبال صرف مسلمانوں کے شاعر ہیں۔ ان کے پیشِ نظر صرف مسلمانوں کی زندگی ہے یا صرف انہی کے مسائل ہیں وہ صرف مسلمانوں کو ہی اس دُنیا میں سرخرو اور سربلند دیکھنا چاہتے ہیں لیکن اقبال کے فن کو اس طرح دیکھنا اس میں ایک تنگ نظری دِکھائی دیتی ہے۔ اگر چہ اقبال نے اپنے فکر وفن کی بنیادیں اسلامی نظریات اور اسلامی نظامِ حیات پر رکھی ہیں لیکن ان اسلامی نظریات نے انھیں محدود نہیں کیا ان کے ہاں تنگ نظری پیدا نہیں ہوئی بلکہ اس کے برخلاف ان کے شعور کو بیدار کیا اس کو وسعت دی کیونکہ اسلام ایک وسیع مذہب ہے۔ اس میں ایک ہمہ گیری ہے، ایک وسعت ہے، ایک بلندی ہے انسانی مساوات واخوت، انسانی ہمدردی، محبت، انسانی بلندی و برتری کو اس نظامِ حیات میں بنیادی حاصل ہے۔

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات بھی رکھتا ہے۔ رُوحانی اور مادی دونوں اعتبار سے وہ انسانیت کو منتہائے کمال پر پہنچانے کے خواہش مند ہیں۔ معاشی، معاشرتی، تہذیبی اور تمدنی اقدار میں ہم آہنگی کا خیال ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہا ہے۔ اسی لیے انھوں نے انسانیت کو ہر دور میں ہر اعتبار سے آگے بڑھنے اور سربلند کرنے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال انسانی نظریات کو انسانی فکر کی تاریخ میں نمایاں حیثیت دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اسلام نے انسان کو تہذیب سے ہم کنار کیا۔ اس نے انسانیت کو آداب سکھائے۔ اسلام نے طبقاتی تفریق کو بڑی حد تک ختم کیا۔ مساوات کی اہمیت ذہن نشین کرائی اور بے لوث انسانی خدمت کا جذبہ افراد کے دلوں میں بیدار کیا۔ اس میں انسانیت کو اِرتقاء کے راستے پر گامزن کرنے کی خواہش پوشیدہ ہے زندگی کو اقدارِ شر سے پاک کرنے اور اقدارِ خیر سے ہمکنار کرنے کی آرزو کارفرما ہے۔ عصرِ حاضر کا انسان ہلاکت کا شکار ہے۔ وہ اپنی نت نئی ایجادات میں مشغول ہو کر قلب و نظر کی دُنیا سے کوسوں دُور ہو گیا ہے۔

ڈھونڈے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا   اپنے افکار کی دُنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا   آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا(۸)

اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے سے ایسی اجتماعیت کی بنیاد رکھی جو مادیت سے رُوحانیت کی جانب بڑھتی ہے۔ انسان کو مذہبی دوستی اور رہنمائی کی ضرورت ہے یہی ایک ایسی راہ ہے جس پر چلنے سے انسان کی مادی ضروریات کے تقاضے بھی پورے ہو سکتے ہیں اور قلب ونظر بھی تسکین پا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

’’مادیت اور رُوحانیت کا سنگم اگر کہیں ملتا ہے تو وہ اسلامی نظامِ حیات ہے اور یہ دونوں

انسانیت کی تکمیل کے لیے لازم ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی تکمیل کے بغیر انسانیت کی تکمیل اور بلندی ناممکن اور محال ہے۔ اس رُوحانیت اور مادیت کے صحیح اِمتزاج اور ہم آہنگی کی خصوصیتیں صرف اسلامی نظامِ حیات میں مِل سکتی ہیں۔''(۹)

اسلام رُوحانی اور مادی دونوں اعتبار سے زندگی بسر کرنے کا ایک لائحۂ عمل پیش کرتا ہے۔ وہ ایک ایسی عالمگیر برادری کا نام ہے جس میں رنگ، خون اور نسل کا امتیاز نہیں ہوتا۔ جس میں نسل اور قوم کی قید نہیں ہوتی بلکہ اس لڑی میں منسلک ہونے کے بعد ہر فرد جہانِ رنگ وخون کو توڑ کر ملت میں گم ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہ نہ کوئی تورانی باقی رہتا ہے نہ ایرانی اور ظاہر ہے کہ ایسا کرنے کا مقصد صرف انسانیت کی بلندی اور سرفرازی ہے۔ وہ زندگی بسر کرنے کا ایک لائحۂ عمل بھی صرف اسی انسان اور انسانیت کے خیال سے پیش کرتا ہے۔ اس نے ہر اعتبار سے زندگی کو برتنے اور بسر کرنے کی تاکید کی ہے۔ اقبال کے خیال میں اشتراکیت ایک ایسا نظام ہے جو رنگ وخون اور نسل وقوم کے سطحی امتیازات کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ جس کے نزدیک طبقاتی تفریق کو مٹا کر ایک ایسے نظام کی تشکیل ضروری ہے جس میں نفرت نہ ہو، بغض وعناد نہ ہو، ہوس وملک گیری نہ ہو، غربت وامارت کا فرق نہ ہو، دولت کی غیر مساوی تقسیم نہ ہو، اقبال اشتراکی نظام کے اِن پہلوؤں کی اہمیت کے قائل ہیں لیکن اس نظام نے رُوحانیت سے جو چشم پوشی کی ہے اس کے وہ دُشمن ہیں کیونکہ ان کے خیال میں رُوحانیت کے بغیر انسانیت کی تکمیل ناممکن ہے اور انسانیت انھیں بہت عزیز ہے۔ اقبل تمام بنی نوع انسان کو اسلام اور مسلمانوں کے جلال وجمال کی آب وتاب دِکھا کر ان کی توجہ اپنی جانب مبذول کراتے ہیں تاکہ انسانیت کی تعمیر صحیح اقدار پر ہو سکے۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان رُوحِ اقبال میں لکھتے ہیں:

''اس کا کلام اس کے دل ودماغ کی غیر معمولی صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے۔ اس نے عہدِ جدید کے انسان کا جو تصور پیش کیا ہے۔ وہ ایسا جاندار تصور ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گا۔ جتنا زمانہ گزرے گا اتنی ہی اس کے کلام کی تاثیر بڑھتی جائے گی۔''(۱۰)

اقبال کی تمام فکر کا نصب العین آدمیّت کی تکمیل ہے:

آدمیّت احترامِ آدمی
باخبر شواز مقامِ آدمی

اقبال ایک ایسے معاشرے کے مفکر ہیں جس میں انسان کی آدمیّت اخلاقی وانسانی شرافتوں اور فضیلتوں کی اِنتہا تک پہنچ چکی ہے جس میں غیر اخلاقی اور نہ مناسب امتیازات معدوم رہے ہیں۔ اس معاشرے کی تشکیل ایک ایسا انسان کرے گا جو خود بھی آدمیّت کی معراج کو پہنچ چکا ہو گا۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ ''مسائلِ اقبال'' میں لکھتے ہیں:

''انسانیت کا کمال حصولِ نظامِ عبدیت ہے۔ عبدیت اس معراج کا نام ہے جس کے اکمل

فائز الکرام آنحضرت ﷺ تھے۔ یہ عبدیت انسان کی خوشنودی اور خداشعوری کی تطبیع کامل کا نام ہے۔''(۱۱)

اقبال انسان کو کائنات کا مرکز سمجھتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک اگر معاشرے کی ایسی تنظیم کی جائے کہ فرد اپنے مثبت خیالات کو عملی جامہ پہنا سکیں تو اِس طرح پوری انسانیت کی ترقی ممکن ہو سکے کیونکہ کائنات کا مستقبل اس کے ہاتھ میں ہے یہ خیر کا تمنائی ہو اور اس خیر کی تلاش میں وہ اپنے ذہن میں بہتر سے بہترین نظریات کی تشکیل کر سکے اور زمین پر قرآنی نظام کے نفاذ کا خواہش مند ہو۔

کشتیِ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصرِ نو رات ہے دُھندلا سا ستارا تو ہے(۱۲)

اقبال رجائی شاعر ہیں وہ انسانیت کے مستقبل سے مایوس نہیں ان کے نزدیک ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ اس کی فکر میں دمادم صدائے کن فیکون آ رہی ہے۔ وہ تقدیر کو کھلے اِمکانات کا وسیع میدان تصور کرتے ہیں۔ ان کے کلام میں عشق کا سوز بھی ہے اور جوشِ حیات بھی۔ وہ فرد کو اپنی شناخت کے لیے خودی کا درس دیتے ہوئے معاشرے کو رُوحانی جمہوریت کا تصور بھی دیتے ہیں۔ خطباتِ اقبال میں ہے:

''انسانیت کو آج تین چیزوں کی ضرورت ہے، کائنات کی رُوحانی تعبیر، فرد کا رُوحانی استخلاص اور ایسے عالمگیر نوعیت کے بنیادی اصول جو رُوحانی بنیادوں پر انسانی سماج کی نشوونما میں رہنما ہوں۔''(۱۳)

اقبال نے ہمارے دلوں کے اندر اُمیدوں اور ولولوں کے چراغ روشن کیے، جب کرۂ ارض پر چاروں طرف سامراج کا اندھیرا مسلط تھا جب مسلمان محکومی کو اپنا مقدر سمجھ بیٹھے تھے۔ اس وقت اقبال نے اپنی فکر سے مسلمانوں کی تاریک راہوں کو منوّر کیا۔ انھوں نے سہمے ہوئے مسلمانوں کے اذہان میں رجائیت کے چراغ جلائے۔ عصرِ حاضر کے تمام دُکھوں کا علاج اقبال کے پاس موجود ہے کیونکہ اقبال نے مکمل ترین ضابطۂ حیات سے فیض حاصل کیا جس کا نام اِسلام ہے۔

اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو اقبال اسلام کے پیغام کو ہی مختلف زاویوں سے پیش کرتے ہیں۔ اقبال انسانی دوستی کا پرچار کرنے والے مفکر ہیں۔ وہ غیر انسانی غیر اخلاقی اور تہذیب سوز عناصر کی مخالفت کرتے ہیں۔ اقبال اپنی ذات سے قوم تک پہنچتے ہیں۔ قوم کے بعد ملت اور ملت کے بعد انسانیت اور آفاق تک پہنچتے ہیں۔ اقبال کی شاعری، نثر، خطبات، خطوط، غرض تمام تحریریں ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔ فکرِ اقبال کل بھی ہماری رہنما تھی۔ عصرِ حاضر میں بھی ہمیں افکارِ اقبال سے رہنمائی کی ضرورت ہے اور مستقبل میں بھی ہمیں اس سے طاقت وقوت حاصل کرنی ہے کیونکہ افکارِ اقبال میں پوری انسانیت کی فلاح پوشیدہ ہے اور اس مقصد کا اہم زینہ تعصب وعصبیت سے پرہیز کر کے مساوات، بھائی چارے اور اخوتِ

انسانی کو عام کرنا ہے یہی وہ مقاصد ہیں جن میں انسانیت کی عظمت وعروج پنہاں ہے۔

حوالہ جات

۱۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، اقبال اور تصورِ عظمتِ انسان، مشمولہ: تعلیماتِ اقبال از مسلم ملک، سیالکوٹ: علامہ اقبال فاؤنڈیشن، ص ۱۹۰۔ ۱۲

۲۔ محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹۰ء، ص ۱۵۲

۳۔ ایضاً، ص ۲۸۸

۴۔ ایضاً، ص ۲۸۴

۵۔ ایضاً، ص ۲۳

۶۔ سعادت سعید، ڈاکٹر، اقبال ایک ثقافتی تناظر، لاہور: دستاویز پبلشرز، ص ۸

۷۔ علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص

۸۔ ایضاً، ص ۶۹

۹۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، اقبال کی شاعری کا انسانی پہلو، مشمولہ: اقبال کے آئینے، مرتبہ: حسن رضوی، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۱۴ء، ص ۴

۱۰۔ یوسف حسین خان، ڈاکٹر، رُوحِ اقبال، لاہور: القمر انٹر پرائز، ۱۹۹۶ء، ص ۱۴

۱۱۔ عبداللہ، سیّد، ڈاکٹر، مسائلِ اقبال، لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۷ء، ص ۲۷۰

۱۲۔ محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص ۲۳۵

۱۳۔ وحید عشرت، ڈاکٹر، فکریاتِ اقبال، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص ۹۷